اشاعت خصوصی، بحوالہ تحفظ حقوق نسواں بل

قابلِ احترام جرم

اوریا مقبول جان

سیدالانبیاء ﷺ نے فرمایا:

"جس قوم میں زنا کی کثرت ہو جائے، وہاں وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں۔"

لندن شہر کے بیچوں بیچ پکاڈلی سرکس کے ساتھ ایک علاقہ ہے جس کا نام سوہو ہے۔ یہ علاقہ صدیوں سے عیش پرستوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک رہا ہے۔ یہ وہی علاقہ ہے جس میں ایک زمانے میں غربت و افلاس کے ہاتھوں تنگ آ کر کارل مارکس نے رہائش اختیار کی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ شرفاء اس جگہ رہنا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے مکان سستے کرائے پر مل جاتا تھا۔ اسی بازار کی گلیوں میں دنیا کا پہلا سیریل قاتل جیک دی ریپر عصمت فروش عورتوں کو تسکین کے لئے قتل کیا کرتا تھا۔ اس علاقے کے ٹیلی فون بوتھ تک ایسی عورتوں کے اشتہاروں سے بھرے ملتے تھے جو جسم فروشی کا کاروبار کرتی ہیں۔

لیکن برطانیہ میں 80ء کی دہائی میں ایک سخت گیر خاتون مارگریٹ تھیچر برسر اقتدار آئی۔ یہ علاقہ اس دوران چاروں طرف پھیلتا جا رہا تھا۔ ادھر انسانی حقوق کے علمبردار اور حقوق نسواں کے پرچارک اس سب کی حمایت اس لئے کر رہے تھے کہ وہ اِسے لوگوں کا ذاتی مسئلہ اور کاروبار سمجھتے تھے۔ ادھر شرفا اس کے قرب و جوار کو بھی چھوڑنے پر مجبور تھے۔ ایسے میں مارگریٹ تھیچر نے اس علاقہ کی صفائی کا اعلان کر دیا۔ پولیس کے کارندے دندناتے ہوئے وہاں گئے اور عورت کی آزادی، حرمت اور کاروبار کے نام پر پناہ حاصل کئے ہوئے اس کاروبار کو ختم کر دیا۔ نہ وہ دکانیں وہاں رہیں اور نہ ہی چار دیواری کے اندر کام کرنے والی دیویاں۔

نیویارک شہر ایسے ہی کاروبار کی وجہ سے دنیا بھر میں بدنام تھا۔ جرم کا پودا اسی کاروبار کے گرد پھیلتا پھولتا ہے۔ براڈوے نیویارک کا ایک ایسا مقام تھا بلکہ ہے، جہاں عیش و عشرت کے پروانے منڈلاتے تھے۔ اس علاقے سے چاروں طرف جانے والی سڑکوں، زیر زمین ریلوے سٹیشنوں اور دور تک پھیلی ریلوے لائن کے ساتھ لگے کھمبوں کے ساتھ خواتین ہوتیں اور یہ پروانے انہیں گاڑیوں میں بٹھا بٹھا کر لے جاتے۔ انسانی حقوق کے ترجمانوں کے لئے یہ بالکل دو لوگوں کے درمیان ایک ذاتی فعل تھا۔ ان کے ہاں بالرضا اس جرم کی سزا تو جبر کا ایک روپ ہے۔ یہ لوگ آج تک 26 جولائی والے دن نیویارک میں ہونے والے ہم جنسوں پر تشدد کا دن مناتے ہیں اور اسے ایک بالرضا فعل قرار دیتے ہیں۔

ایسے میں 90ء کی دہائی میں ایک شخص روڈی جولیانی نیویارک کا میئر منتخب ہوا۔ اسے احساس ہوا کہ تمام جرائم کی جڑ یہ بالرضا جرم ہے۔ سارے قتل، سارے اغواء، ڈکیتیاں اور منشیات سب کا ماخذ یہی ہے۔ اس نے پولیس چیف کو بلایا اور کارروائی کا آغاز کر دیا ہے۔ پولیس بڑے بڑے ٹرک لے کر جاتی اور ان علاقوں سے ایسی خواتین کو بھرتی اور دور دراز ویرانوں میں چھوڑ آتی۔ روتی پیٹتی یہ خواتین واپس آتیں تو دوبارہ ایسا ہی ہوتا۔ نہ کسی کے چہرے پر لکھا ہوتا تھا کہ یہ فاحشہ ہے اور نہ ہی گواہوں کی موجودگی میں اس فعل کا ارتکاب ہو رہا ہوتا تھا۔ لیکن ایک یقین تھا کہ برائی کے تانے بانے کہاں سے پھوٹتے ہیں اور پھر دنیا نے دیکھا کہ نیویارک شہر دنیا کے جرم کے نقشے سے غائب ہو گیا۔

ان دونوں شہروں کی داستان ذہن میں لا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر مارگریٹ تھیچر یا روڈی جولیانی کے ہاتھ زنا بالرضا کے قانون نے باندھ دیئے ہوتے، اسے ایسے افراد کے خلاف ایکشن لینے کے لئے پہلے گواہوں کو اکٹھا کرنا پڑتا اور پھر درخواست لے کر جج کی عدالت میں جانا پڑتا اور اگر جج اس درخواست کو خارج کر دیتا تو وہ دونوں اپنا سا منہ لے کر واپس آ جاتے اور وہ خاتون عزت و توقیر کے ساتھ کیمروں کی روشنی میں پارسائی کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیتی۔ لیکن شاید دنیا بھر کے ممالک میں ہم وہ پہلے "مہذب" اور انسانی حقوق کے علمبردار ملک ہیں، جہاں کسی ایسی خاتون کے بارے میں اطلاع فراہم کرنے، اس کے خلاف درخواست دینے یا اسے ایسی حرکات و سکنات سے باز رکھنے کے لئے پولیس کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا جا سکتا۔

حیرت کی بات ہے کہ چوری' ڈاکہ' رہزنی' ملاوٹ' ذخیرہ اندوزی حتیٰ کہ جیب کترنے جیسے معمولی جرم پر بھی پولیس کارروائی کرسکتی ہے لیکن زنا بالرضا ایک ایسا مقدس و محترم اور باعزت جرم ہے کہ جس کے لئے صرف اور صرف عدالت کے جج کے پاس گواہوں سمیت جائیں ورنہ کسی تھانیدار کی کیا جرأت اور کیا اوقات کہ ایسے محترم لوگوں کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر دیکھے۔

اب اندازہ کیجئے ایک ایسے محلے میں جہاں چند باعزت اور شریف لوگ سکون سے زندگی گزار رہے ہوں' وہاں ایک عورت گھر لے لیتی ہے' وہ کوئی کاروبار یا دھندا نہیں کرتی' نہ اس کے پاس ایسی لڑکیاں ہیں' جنہیں ان مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکے' لیکن اس کے گھر میں بڑی بڑی گاڑیوں' صاحب اثر لوگوں اور گن مینوں سے مسلح افراد کی آمدورفت شروع ہوجاتی ہے۔ گھر راتوں کو آباد اور دن کو ویران ہوجاتا ہے۔ لوگ سہمے ہوئے' دبکے ہوئے' اپنے گھروں سے باہر نہیں نکل پاتے۔ بچیاں دروازوں سے باہر جھانکتے ہوئے ڈرتی ہیں' اگر کوئی خوف کا مارا کسی تھانیدار کے پاس جائے گا بھی تو وہ اسے گواہ جمع کرنے اور جج کے پاس جانے کا قیمتی مشورہ عنایت کرے گا اور اگر عورت کو علم ہو گیا کہ اس شخص نے اس کے خلاف رپورٹ کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ قانون کی نئی دفعہ 496 الف کے تحت پولیس میں رپورٹ درج کرا سکے گی کہ یہ ''شریف انسان'' اندر سے ایک شیطان ہے اور مجھے ورغلانے کی کوشش کرتا ہے۔ بس پھر کیا ہے' دندناتی ہوئی پولیس آئے گی' اسے ناقابل ضمانت جرم میں گرفتار کرکے لے جائے گی۔ جب تک مقدمہ چلتا رہے گا' وہ جیل میں سڑتا رہے گا اور پھر یا تو سات سال سزا ہوجائے گی یا دو تین سال بعد ''باعزت'' بری ہوجائے گا۔

میں اس ''مقدس' محترم اور باعزت'' جرم کے بارے میں اپنے اردگرد پھیلے ہزاروں معاشرتی ''مصلحین'' اور این جی اوز کی جذباتی وابستگی دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔ جس ملک میں ایک گھنٹے میں سو سے زیادہ عورتیں زچگی کے دوران مرتی ہوں' فاقوں سے خودکشی کرتی ہوں' سب سے زیادہ ٹی بی کی شکار ہوں' جنہیں صحت' تعلیم' خوراک اور چھت تک میسر نہ ہو' آج تک کوئی ہسپتال کے دروازے پر دم توڑتی عورت کے لئے بینرز لے کر باہر نہ آیا لیکن جس عورت کے تحفظ کے لئے دنیا بھر کے ممالک کی بے پناہ امداد اپنے منظور نظر کارکناں تک پہنچی اور فتح ان کا مقدر بنی' اب اس کا یہ ''جرم'' معزز' محترم اور مکرم ہوگیا ہے۔ ڈرتا ہوں اس دن سے جب ہر محلے کے گھروں کے درمیان ایک ایسی عورت آکر آباد ہو گئی تو پھر کیا ہوگا؟ ایسے شرفاء اگر ہجرت بھی کر گئے تو انہیں پناہ دینے والا بھی شاید میسر نہ آسکے۔

سیدالانبیاء ﷺ کی ایک حدیث پر بات ختم کرتا ہوں' فرمایا: ''جس قوم میں زنا کی کثرت ہوجائے' وہاں وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں۔'' یاد رکھیئے! صاف پانیوں اور ستھری گھاس پر پلنے والا ڈینگی وائرس کا مچھر تو ایک آغاز ہے۔

(بشکریہ روزنامہ نوائے وقت)